مکتوبات امام ربانی اور ان کے دینی اثرات

ایک تجزیاتی مطالعہ

نادیہ عالم*

ڈاکٹر علی اکبر الازہری**

ABSTRACT

Towards the end of the tenth century of Hijra, Muslim society in the subcontinent experienced many diversions at public, academic and political levels, which led the society away from original teachings of Quran and Sunnah. People preferred their own logics and rational arguments over the teachings of the Prophet (SAW) and misbelievers were spreading their ideologies. The principles of Sharia were being overwhelmed by mystic incantations of different Sufi schools and the importance of Sunnah was being undermined. Not limited to this, the implementation of Din e Ilahi or the Divine Law in the reign of Akbar also empowered Hindus and the enforcement of Sharia was getting difficult with each passing day. In these circumstances, the Muslim scholars tried their level best to ameliorate the society and among these an effective and successful endeavor was made by Imam Rabbani. He not only pointed out and criticized these evils through his letters written to scholars, his disciples and those in power but also suggested suitable solutions for them. This article presents a brief outlook on the religious guidance provided through his letters and their impact on the society.

Keywords: صغیر، امام ربانیؒ، مکتوبات، دینی راہنمائی

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، دی یونیورسٹی آف لاہور

** ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ عربی و علوم اسلامیہ، لاہور گیریژن یونیورسٹی

ظہیر الدین محمد بابر گورکانی نے ۹۳۲ہجری میں مغلیہ سلطنت کی بنیاد رکھی جو ہندوستان کی مسلم حکومتوں میں سب سے وسیع، مستحکم، منظم اور طویل العمر سلطنت بنی۔ مغل بادشاہ سلاطین دہلی کی مانند سنی عقائد کے حامل اور مذہب حنفی کے پیروکار تھے۔ اکبری عہد میں مغلیہ سلطنت کو استحکام ملا مگر اس کے عہد میں معاشرے میں عوامی، علمی اور سیاسی سطح پر کئی خرابیاں اور بگاڑ پیدا ہوئے جن کے اثرات سے اسلامی معاشرہ اپنی اصل تعلیمات اور اقدار سے دور ہونے لگا۔ کہیں انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیمات کی بجائے عقلی بحثوں اور فلسفہ پر توجہ دی جارہی تھی تو کہیں بدعقیدہ لوگ اپنے عقائد کا پرچار کر رہے تھے۔ شریعت کے احکامات کی بجائے اپنے سلاسل تصوف کے اوراد و وظائف کو اہمیت دی جانے لگی تھی۔ سنت کی اہمیت ماند پڑ رہی تھی۔ عہد اکبری میں دین الٰہی کے نفاذ سے ہندو شیر ہو رہے تھے اور کئی اسلامی احکامات کا نفاذ مشکل ہو گیا تھا۔

ان حالات میں ایک بھرپور اور کامیاب اصلاحی کوشش حضرت امام ربانیؒ کی تھی۔ انہوں نے اپنے مکتوبات کے ذریعے معاشرتی خرابیوں، بگاڑ اور اسلام مخالف عقائد و اعمال کی نشاندہی فرمائی۔ آپ نے اس وقت کے نامور علمائے کرام، اپنے خلفاء و مریدین کے ساتھ مقتدر حلقوں میں بھی اپنے مکتوبات کے ذریعے ان خرابیوں کا ذکر فرما کر ان کا کامیاب حل پیش فرمایا۔ آپؒ نے بادشاہ، شہزادوں، وزرأ اور امرأ کو مکتوبات لکھے، انہیں اصل اسلامی تعلیمات سے آگاہ فرمایا اور بڑی حکمت سے ایسے امرأ وافراد کو تیار کیا جن کی وجہ سے برصغیر میں اسلام اور اس کی اصل تعلیمات کو استحکام نصیب ہوا۔ زیر نظر مقالہ میں امام ربانیؒ کے مکتوبات کے تاریخی پس منظر سمیت ان کی معنویت اور مختلف طبقات معاشرہ پر خاطر خواہ اثرات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

عہد اکبری (۱۵۵۶ء-۱۶۰۵ء) اور اس کے دو مختلف ادوار

مؤرخین کے مطابق عہد اکبری دو بالکل مختلف ادوار پر مشتمل تھا۔ جس کے ابتدأ میں وہ ایک مذہبی اور راسخ العقیدہ مسلمان نظر آتا ہے۔ پھر مختلف وجوہات کی بنا پر اس کا رجحان تبدیل ہوا اور وہ دینی تعلیمات اور احکامات سے برگشتہ ہوتا گیا۔ برصغیر پر اس بات کے اثرات بہت گہرے اور دیرپا مرتب ہوئے۔ علمائے راسخین اور صوفیائے عظام نے اس صورت حال کا مقابلہ کیا اور بقدرِ ہمت و استطاعت اس صورتِ حال سے نپٹنے کی کوششیں کیں۔ خصوصاً امام ربانیؒ شیخ احمد سرہندی کا کردار اس میں بہت بنیادی اور نمایاں رہا۔

اکبر اپنے ابتدائی دور حکومت میں ایک راسخ العقیدہ مسلمان اور بزرگوں کا بڑا عقیدت مند تھا۔ شیخ فرید بھکری

کے مطابق اکبر دسویں سال جلوس میں صدر الصدور مظفر خاں سے حدیث سننے جاتا تھا۔ شیخ عبد النبی کی ترغیب سے احکام شرعی کے اجراء میں کوشاں رہتا، اذان دیتا اور امامت کرواتا اور مسجد میں جھاڑو دیتا۔[1]

بقول بدایونی (م ۱۶۰۵ء) اکبر اپنے عہد کے اوائل میں بدعقیدگی اور خلاف جمہور عقائد کے الزامات پر سخت سزائیں دیتا۔ اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضر ہوتا اور نذر گزارتا اور علماء کی صحبت میں وقت گزارتا تھا۔[2] وہ ایک نا خواندہ، مگر خوش عقیدہ مسلمان تھا۔ اس نے اپنے مذہبی ذوق کے تحت ایک عمارت بنام" عبادت خانہ" میں مجالس کا اہتمام کیا مگر علماء سو کی کج بحثی اور دنیا پرستی نے اسے مذہب سے برگشتہ کر دیا۔ ابوالفضل اور شیخ مبارک نے اکبر کو یہ باور کروایا کہ مذہب سے متعلق اس کے نظریات معاصر علماء سے کہیں برتر و افضل ہیں۔ اس کے لیے دربار شاہی سے ۹۸۷ھ / ۱۵۷۹ء میں ایک محضر نامہ جاری کیا گیا جس کی رو سے بادشاہ امام مجتھد، واجب الاطاعت اور خلیفۃ اللہ قرار پایا۔ اسکے مقربین نے اسے یہ باور کروایا کہ نئے ہزاریے سے دنیا کی نئ عمر شروع ہو گی ، جس کے لیے ایک نیا دین ، ایک نیا آئین، ایک نیا شارع اور ایک نیا حاکم چاہیے اور اس کے لیے اکبر جیسے بادشاہ، عاقل اور امام عادل سے بڑھ کر اور کوئی موزوں نہیں۔ بدایونی ان نامساعد حالات پر لکھتے ہیں :

> "بادشاہ کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو گئی تھی کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی بعثت کی مدت کے ہزار سال پورے ہو چکے جو اس دین کی عمر طبعی ہے اور اب ان پوشیدہ دلی تقاضوں کے اظہار میں کچھ مانع نہیں رہا" [3]

اکبر نے اپنی حکومت کے اٹھائیسویں سال ۹۹۰ھ / ۱۵۸۲ء میں "دین الٰہی" نافذ کیا۔ اکبری قوانین دین اسلام سے زیادہ ہندو مذہب کی حمایت و موافقت میں تھے[4]۔ ان میں صبح، دوپہر اور شام کے اوقات عبادت، دربار میں باجماعت نماز کی منسوخی، زکوۃ کی معافی، حج کی منسوخی، آتش پرستی، آفتاب کے رخ بیٹھ کر جھروکہ

---

[1] ۔ بھکری، شیخ فرید، ذخیرۃ الخوانین، مرتبہ: ڈاکٹر معین الحق، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی، ۱۹۶۱ء، ۱/ ۶۹

[2] ۔ بدایونی، عبد القادر، منتخب التواریخ، انجمن آثار و مفاخر فرھنگی، اصفہان، ۱۳۷۹ھ، جلد دوم

[3] ۔ ایضاً

[4] ۔ یہ بھی کہا گیا کہ ان تمام احکامات سے اکبر کا مطمع نظر دینی نہیں بلکہ صرف اپنی مملکت کا استحکام تھا۔

درشن، قشقہ لگوانا، داڑھی منڈوانا، بھدرا کروانا[1]، ذبیحہ گاؤ کی ممانعت، جزیہ کی موقوفی، سجدہ تعظیمی، شراب نوشی اور سور کے گوشت کی حلت، سفر و حضر میں گنگا جل پینا اور غیر اسلامی تہواروں کا رواج جیسے افعال شامل تھے۔ عقیدہ آخرت کی بجائے عقیدہ تناسخ مانا گیا۔ کلمہ "لا الہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ " تھا۔ سلام کے وقت اللہ اکبر اور جل جلالہ کہا جاتا۔ تاریخ ہجری کی بجائے اکبری سن جلوس سے سنہ الٰہی کا اجرا کیا گیا۔ مساجد اور نماز کے کمرے گوداموں میں تبدیل کر دیے گئے [2]۔ امام ربانیؒ نے اپنے مکاتیب میں اس وقت کی بگڑتی معاشرتی صورت حال کا کئی جگہ اظہار کیا ہے۔ میر محمد نعمان بدخشی کو دفتر دوم کے مکتوب ۹۲ میں تحریر فرمایا:

> " شریعت مطہرہ کا رواج سلاطین عظام کے اچھے اہتمام سے وابستہ ہے۔۔۔ کفار ہند مساجد گرا کر وہاں اپنی عبادت گاہیں تعمیر کر رہے ہیں۔ تھانیسر میں حوض کرکھیت کے اندر ایک مسجد اور مقبرہ تھا، ان کو گرا کر اس کی جگہ مندر بنایا گیا ہے۔ کفار اپنی رسموں کو برملا بجالاتے ہیں اور مسلمان اکثر اپنے اسلامی احکام بجالانے میں عاجز ہیں۔ ایکا وشی کے دن ہندو کھانا ترک کر دیتے ہیں، بڑی کوشش کرتے ہیں کہ اسلامی شہروں میں کوئی مسلمان بازار میں کھانا نہ پکائے اور نہ بیچے جبکہ وہ خود رمضان المبارک میں برملا کھانا پکاتے ہیں اور بیچتے ہیں۔ "

دفتر دوم کے مکتوب ۸۱ میں لالہ بیگ جہانگیری کو لکھتے ہیں:

> "اسلام کی پستی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ کفار اسلامی شہروں میں کھلم کھلا احکام کفر کے اجراء پر ہی بس نہیں کرتے بلکہ چاہتے ہیں کہ اسلامی احکام بالکل ہی ختم ہو جائیں اور اسلام اور اہل اسلام کا کوئی نشان نظر نہ آئے۔ حالت یہ ہے کہ شعائر اسلامی کے نفاذ پر مسلمان قتل کر دیے جاتے ہیں، ذبیحہ گاؤ جو ہندوستان میں شعائر اسلامی کا ایک بہت بڑا شعار ہے وہ ختم ہو چکا ہے۔ "

دینی بگاڑ کی اصلاح کا تاریخی کارنامہ

امام ربانیؒ حصول علم کے بعد مسند تعلیم و ارشاد پر جلوہ فرما ہوئے تو اس وقت برصغیر کے مسلم معاشرے کی

---

[1] ۔ بھدرا، ماتم میں داڑھی، مونچھوں اور ابروؤں کو منڈوا دینا۔ نیر، نور الحسن، نور اللغات، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد ۲۰۰۶ء، ۱/ ۷۰۴۔

[2] ۔ منتخب التواریخ، جلد دوم؛ ابوالفضل، علامہ، آئین اکبری، مترجم: مولوی محمد فدا علی، دار الطبع جامعہ عثمانیہ، حیدر آباد، ۱۳۷۵ھ، جلد اول۔

صورت حال خاصی ناگفتہ بہ تھی۔ آپؒ کے لیے مسلم معاشرے کے عقائد کی اصلاح و پختگی اور احکام شریعت کی ترویج اہم تھی۔ آپؒ نے اس کے لیے اپنی تحریک احیائے اسلام کا آغاز کیا۔ مسلم معاشرہ کے تینوں اہم طبقوں علماء، صوفیہ اور اہل حکومت کو مخاطب کیا۔ اپنے عہد کے تجزیہ سے وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ مسلمانوں میں جو دینی و سماجی خرابیاں آچکی ہیں اس کے تین اہم ذرائع ہیں۔

۱-علمائے سوء یا دنیادار علماء، ۲-صوفیائے خام، ۳-اہل حکومت۔ ان تینوں اہم ترین شعبوں کی اصلاح کے بعد ہی عوام کی اصلاح آسان ہو گی۔ آپؒ کے سامنے اس خراب صورت حال کی اصلاح کے لیے کچھ بنیادی اور مختلف مقاصد یہ تھے:

اسلامی عقائد کی پختگی پر زور اور انھیں غیر اسلامی تصورات سے محفوظ رکھنا۔

اسلامی تعلیمات کو قرآن سنت کی روشنی میں بیان کر کے لوگوں کو اس طرف لانا۔

صوفیہ کو اسلام کے چشمۂ صافی کی طرف رغبت دلانا کہ غیر محمود و غیر اسلامی نظریات و میلانات پیدا نہ ہو سکیں۔

علمائے خام / دنیادار علماء کی کجیوں اور خامیوں کی نشاندہی اور ان کی اصلاح۔

قابلِ عمل اصلاح کے لیے آپؒ نے ہر ممکن دستیاب طریقے اپنائے مثلاً اپنی خانقاہ میں تعلیم و تربیت فرمائی۔ مختلف علاقوں میں اپنے خلفاء بھیجے، اہم موضوعات پر رسائل لکھے اور اپنی تعلیمات کو مکاتیب کے ذریعے خوب پھیلایا۔ آپؒ نے تینوں معاشرتی طبقات کو شرعی اصولوں کے مطابق کرنے کی کوشش کی اور ان میں اس بات کی تحریک پیدا کرنے کی کوشش کی کہ اپنے اپنے حلقہ میں شریعت کو رائج کریں۔ آپؒ جانتے تھے کہ تمام طبقات میں اہم ترین طبقہ اہل حکومت کا ہے کہ عوام کی اصلاح بادشاہ کی اصلاح کے بعد ہی ممکن ہے کہ: الناس علی دین ملوکہم (لوگ اپنے حکمرانوں کے دین پر ہوتے ہیں) نواب سید فرید مرتضیٰ بخاری کے نام دفتر اول، مکتوب ۴۷ میں اس بارے میں لکھتے ہیں:

> "بادشاہ کو عالم سے وہی نسبت ہے جو دل کو جسم سے ہے۔ اگر دل درست ہے تو جسم بھی درست ہو گا، اگر وہ خراب ہے تو جسم بھی خراب ہو گا۔ بادشاہ کی اچھائی عالم کی اچھائی ہے اور اس کی خرابی عالم کی خرابی ہے۔"

اس وقت حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ کے پاس اس سنگین اور نازک صورت حال میں تین راستے تھے۔

1. کسی گوشے میں یاد الٰہی میں مشغول رہیں اور خاموشی سے طالبان حق کی تعلیم و تربیت میں مصروف رہیں۔

2. اکبر کے خلاف ایک دینی محاذ قائم کریں اور فوجی بغاوت کے ذریعے انقلاب لانے کی کوشش کریں۔

3. خود کو جاہ و منصب سے علیحدہ رکھ کر مقتدر حلقوں سے تعلقات پیدا کریں اور جن امرا کے ساتھ پہلے سے تعلقات ہیں، ان سب میں دینی جذبہ اور حمیت بیدار کریں۔ ان کی اپنی اصلاح کرنے کے ساتھ ان کو اس بات پر بھی تیار کریں تا کہ وہ بادشاہ کو نیک مشورے دے سکیں اور اسے اسلامی تعلیمات کے مطابق حکومت کرنے پر آمادہ کریں۔ آپؒ نے سلطنت کو ہر مخالف اسلام بات سے پاک کرنے کے لیے تیسرے راستہ کا چناؤ کیا۔ جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے ممتاز اور آنے والے ادوار کے داعیان دین کے لیے مشعل راہ بنا۔

امام ربانی کی اصلاحی کاوشوں کا پہلا بنیادی ہدف تصحیح عقائد:

حضرت امام ربانیؒ مسلمانوں کی اصلاح کے لیے معاشرے میں شریعت مطہرہ کا نفاذ اور اس کی ترویج بہت ضروری سمجھتے تھے۔ اس کے لیے انھوں نے اپنے مکتوبات میں دو بنیادی باتوں پر زور دیا۔ اسلام کے عقائد صحیحہ کی وضاحت اور ان کی پختگی اور شریعت مبارکہ پر عمل کرنا۔ دفتر سوم کے مکتوب ۱۷ میں ایک خاتون کو لکھتے ہیں:

"شریعت کے دو حصے ہیں، پہلا اعتقادی اور دوسرا عملی۔ اعتقادی حصہ دین کے اصول ہیں اور عملی حصہ دین کے فروع ہیں۔ بد عقیدہ شخص اہل نجات سے نہیں ہے اور عذاب آخرت سے خلاصی اس کے حق میں متصور نہیں ہے۔ جبکہ بد عمل آدمی کی نجات کا احتمال ہے اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر منحصر ہے۔ اگر وہ چاہے تو معاف کر دے اور چاہے تو گناہ کے اندازے کے مطابق اسے سزا دے۔ آگ میں ہمیشہ رہنا صرف بد عقیدہ اور ضروریات دین کے منکر کے لیے مخصوص ہے"

آپؒ نے جا بجا اپنے مکتوبات میں امسلکِ حق اہل سنت و جماعت کے مطابق عقائد پر گفتگو فرمائی اور ان کی تصحیح پر بہت زور دیا، مثلاً پہلی جلد میں خواجہ عبد اللہ اور خواجہ عبید اللہ کو مکتوب نمبر ۲۶۶، دوسری جلد میں خان جہان کو مکتوب نمبر ۶۷ اور تیسری جلد میں ایک خاتون مکتوب نمبر ۱۷ میں اہل سنت کے بنیادی عقائد کو بیان کیا، خان جہان کو دفتر دوم مکتوب ۶۷ میں لکھتے ہیں:

"سب سے پہلے آدمی کو فرقہ ناجیہ اہلسنت وجماعت کی رائے کے مطابق عقیدے کا درست کرنا لازم ہے تاکہ اخروی نجات وکامیابی متصور ہوسکے اور بد اعتقادی جو اہل سنت کے عقیدہ کے خلاف ہے سمّ قاتل ہے، وہ ابدی موت اور دائمی عذاب تک پہنچاتی ہے اور اگر عمل میں کچھ کوتاہی اور سستی ہو تو اس کی بخشش کی امید ہوسکتی ہے۔ لیکن اگر عقیدہ میں سستی ہو تو اس کی معافی کی امید نہیں ہے۔۔۔ اہل سنت کے عقائد کو مختصر طور پر لکھا جاتا ہے۔ ان کے مطابق اپنے عقیدہ کی تصحیح کریں۔"

اکبر کے پریشان کن عہد کے خاتمے پر جہانگیر کے تحت نشینی کے بعد شیخ فرید کو دفتر اول مکتوب ۴۷ میں لکھتے ہیں:

"آج جبکہ صحیح العقیدہ مسلمان بادشاہ کی تحت نشینی کی بشارت سب تک پہنچی ہے تو مسلمان اپنے اوپر یہ لازم کرلیں کہ وہ بادشاہ کے معاون ومددگار بنیں گے اور شریعت کو رواج دینے اور مذہب کو قوت پہنچانے میں اس کی راہنمائی کریں گے۔ خواہ یہ مدد قولی ہو یا عملی اور نعمت اسلام کی سب سے اولین مدد یہ ہے کہ مسائل شریعہ کی وضاحت کی جائے اور کتاب وسنت اور اجماع امت کے مطابق عقائد کلامی کا اظہار کیا جائے تاکہ (دوبارہ سے) کوئی گمراہ اور بدعتی شخص درمیان میں آکر بادشاہ کو گمراہ نہ کردے۔"

مرزا داراب بن عبدالرحیم خان خانان کو دفتر اول مکتوب ۷۱ میں نعمتوں پر شکر کرنے کا طریقہ بتاتے ہیں:

" شکر کا پہلا درجہ یہ ہے کہ بندہ اپنے عقائد فرقہ ناجیہ اہلِ سنت وجماعت کے مطابق درست رکھے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ اس بلند مرتبہ گروہ کے مجتہدین کی آراء کے مطابق احکام شرعیہ بجا لاتا رہے۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ بلند درجہ گروہ صوفیہ کے سلوک کے موافق اپنے نفس کا تزکیہ و تصفیہ کرے۔"

عقیدہ نبوت کا تحفظ

اس عہد میں شریعت سے لاعلمی اور دوری، ہندو ہمسائیگی، بھگتی تحریک اور فلسفہ کے اثرات سماج میں نمایاں ہو رہے تھے۔ کچھ اس نظریہ کی وجہ سے کہ " اسلامی تقویم کا ایک ہزار سال پورا ہو رہا ہے اور اب نئے ہزاریے کے

لیے ایک نئے نظام عالم کی ضرورت ہو گی" [1] اسلام کے بنیادی عقیدہ نبوت و رسالت سے بیزاری، دوری اور اجنبیت پیدا ہو رہی تھی۔ امام ربانیؒ نے اس عقیدہ کا بھرپور طریقے سے دفاع کیا۔ اثبات نبوت پر عربی زبان میں ایک مستقل رسالہ لکھا اور اس بارے میں بارہا اپنے مکاتیب میں بھی لکھا۔ عقیدہ نبوت کا تحفظ کیا اور عقیدہ نبوت کی ابدیت اور اس کی ضرورت پر مسلمانوں میں اعتقاد و اعتماد بحال کیا۔ لوگوں کے دلوں میں اس عقیدے کو مستحکم کیا جو وقت اور حالات کی اشد ضرورت تھی۔ اپنے مخدوم زادوں کو دفتر اول مکتوب ۲۶۶ میں بنیادی اسلامی عقائد میں عقیدہ نبوت سے متعلق لکھتے ہیں:

> "(عقیدہ ۱۲) انبیائے کرامؑ کا مبعوث ہونا اہل جہان کے لیے سراسر رحمت ہے۔ اگر ان بزرگوں کا واسطہ و ذریعہ نہ ہوتا تو ہم گمراہوں کو اس واجب الوجود تقدس مآب ذات باری تعالیٰ کی ذات و صفات کی معرفت سے متعلق کون ہدایت فرماتا اور ہمارے خالق و مالک جل شانہ کی پسند و ناپسند میں کون تمیز کرتا۔ ہماری ناقص عقلیں ان عظیم اور جلیل القدر انبیائے کرام و رسلؑ کی دعوت کی روشنی کی مدد کے بغیر معزول و بیکار ہیں اور ہماری ناتمام اور ادھوری سمجھ ان کی تقلید و راہنمائی کے بغیر اس معاملہ میں بے بس و خوار ہے۔"

لکھتے ہیں کہ بعثتِ انبیاء ہی اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور اس کے احکام کی معرفت کا واحد ذریعہ ہے جو تمام دینوی اور اخروی سعادتوں کا ذریعہ ہے۔ یہ تمیز تمام ظاہری و باطنی نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔ () بعثت انبیاء ہی سے حق باطل سے جدا ہوا، انہی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی جاتی ہے اور بندوں کو معبود کے قرب اور وصل تک پہنچاتے ہیں۔ اسکے کثیر فوائد ہیں پس ثابت ہوا کہ بعثت انبیاء سراسر رحمت ہے۔ آپکے مطابق عقیدہ رسالت اسلام کا اولیں اور بنیادی عقیدہ ہے۔

---

[1] ۔ اس زمانہ میں ایران میں نقطوی تحریک چلی تھی جس کا بانی محمود پسیخوانی تھا، اس تحریک میں نبوت محمدی ﷺ اور اس کے بقا و دوام کے خلاف علم بغاوت بلند کیا گیا اور یہ اعلان کیا گیا کہ نبوت محمدی ﷺ کا ایک ہزار سالہ دور ختم ہوا، اور اب دینی راہنمائی، زندگی کی ایک نئی تشکیل اور آئین سازی کا نیا دور شروع ہو گا جس کی اساس عقلیت و فلسفہ پر ہو گی۔ تفصیل کے لیے دیکھیں: محمد اسلم، دین الٰہی اور اس کا پس منظر، ناظم ندوۃ المصنفین، لاہور، ۱۹۷۰ء، ص: ۱۷۳-۱۸۸۔

فلاسفہ کے مقابلے میں تعلیمات نبوی ﷺ کی اہمیت

امام ربانی ؒ نے تعلیمات انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات سے آگاہی کی ضرورت پر زور دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس زمانہ میں فلاسفہ اور حکماء اور ان کی تعلیمات کا جو زور بڑھ رہا تھا اس کی پر زور مذمت کی اور لوگوں کو بتایا کہ سچی اور اصل تعلیمات صرف انبیاء کرام ہی دے سکتے ہیں فلاسفہ نہیں۔ ایک مکتوب میں خواجہ ابراہیم قبادیانیؒ کو لکھتے ہیں:

"اس طرح وہ تمام منقولات جو ہم تک انبیاء کرامؑ کے ذریعے سے پہنچی ہیں مثلاً ذات الٰہی کی صفات کمالیہ، بعثت انبیاء، ملائکہ کا معصوم ہونا، حشر و نشر، جنت و جہنم کا وجود، جنت کی دائمی راحت و عیش اور جہنم کا دائمی عذاب، اور اس طرح کی کئی دوسری باتیں جن کی شریعت خبر دیتی ہے عقل ان کو پا لینے سے قاصر ہے"[1]

اسی خط میں اہل فلسفہ کی حقیقت کو یوں واضح کرتے ہیں:

"اگر انبیاؑ کے مبارک وجود کا وسیلہ نہ ہوتا تو انسانی عقلیں اللہ تعالیٰ کے اثبات میں قاصر ہوتیں، قدیم فلاسفہ جو خود کو اہل عقول سمجھتے تھے، اللہ تعالیٰ کے منکر تھے اور چیزوں کو زمانہ کی طرف منسوب کرتے تھے۔۔۔ عقل کا طریقہ حسی طریقے سے بالا ہے کہ جس کا حس کے ساتھ ادراک نہیں کیا جا سکتا، عقل اس کا ادراک کر لیتی ہے اور اسی طرح نبوت کا طریقہ عقل کے طریقہ سے بلند ہے کہ جو کچھ عقل کے طریقہ سے معلوم نہیں کیا جا سکتا وہ نبوت کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے"[2]

روافض اور خوارج کا رد بلیغ

جس طرح عہد اکبری میں دربار شاہی میں ہندوؤں کا اثر و رسوخ بڑھا تھا اسی طرح جہانگیری عہد میں شیعیت کا رجحان بہت بڑھ گیا تھا۔ اس زمانے میں ہندوستان میں ایران سے شیعہ علماء آئے اور انھوں نے دربار شاہی میں بھی کافی رسوخ حاصل کیا۔ مرزا غیاث بیگ اور اسکی بیٹی ملکہ نور جہاں اور بیٹے آصف جاہ کی بدولت روافض خوب

---

[1] ۔ سرہندی، احمد (شیخ)، مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۲۶۶، ص:۱۱۷۔

[2] ۔ سرہندی، احمد (شیخ)، مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، حصہ ہشتم، ۱۳۳۳ھ، ص:۵۱-۵۲۔

پروان چڑھ رہے تھے۔ امام ربانیؒ نے ان کے معاشرے میں بڑھتے ہوئے مضر اثرات کو محسوس کرتے ہوئے ان کے خاتمے کا بیڑا اٹھایا۔ آپؒ نے روافض سے مناظرے کیے، ان کے رد میں "رسالہ رد روافض" لکھا اور اپنے مکاتیب میں اس بارے خوب وضاحت فرمائی۔

صحابہ کرام اور اہل بیت کی شان ومراتب کی حفاظت

آپؒ نے فرقہ ناجیہ اہل سنت وجماعت کے بارے میں وضاحت کی اور روافض وخوارج کی انتہاؤں کے بارے میں بیان کیا۔ مثلاً آپؒ خواجہ محمد تقیؒ کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔:

> "سیدنا علیؓ کی محبت اہل سنت و جماعت ہونے کی لازمی شرط ہے، جو شخص اس محبت سے خالی ہے۔ اہل سنت و جماعت سے خارج ہے اور اسی لیے خارجی کے نام سے موسوم ہے اور جس شخص نے محبتِ امیرؓ میں افراط کی جانب اختیار کی اور ان کی محبت میں غلو سے کام لیا اور اصحاب رسول ﷺ کے متعلق دشنام طرازی اور طعن و تشنیع کی زبان دراز کی اور اصحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ اور سلف صالحینؒ کے طریقہ کو چھوڑا اس نے رافضی نام پایا۔ پس اہل سنت و جماعت روافض اور خوارج کی حضرت علیؓ کے بارے میں افراط و تفریط سے الگ ہیں اور اعتدال پر چلتے ہیں ۔۔۔ اہل بیت سے محبت نہ رکھنا خروج ہے اور صحابہ سے بیزاری رفض ہے اور تمام اصحاب کرام کی تعظیم وتوقیر کے ساتھ اہل بیت سے محبت رکھنا یہ سنّیت ہے۔ مختصر یہ کہ رفض وخروج کی بنیاد اصحاب رسول ﷺ سے بغض رکھنے پر ہے اور سنّیت کی بنیاد اصحاب رسول ﷺ سے محبت پر ہے۔"[1]

مرزا فتح اللہ حکیم کو دفتر اول مکتوب ۸۰ میں لکھا کہ تہتر فرقوں میں فرقہ ناجیہ کون ہیں اور کون سے فرقے بدعتی ہیں:

> "پیغمبر صادق ﷺ نے فرقہ ناجیہ کی تمیز کے لیے فرمایا (الذین هم علیٰ ما۔ انا علیه و اصحابی)(۱) یعنی تمام فرقوں میں سے ایک فرقہ جو نجات پائے گا وہ ہے جو اس طریقے پر قائم ہے جس پر میں ہوں اور میرے میرے صحابہ ہیں۔ اس مقام پر صاحب شریعت کا کافی ہونے کے

[1] ۔ سرہندی، احمد (شیخ)، مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، حصہ ہشتم، ۱۳۳۳ھ، ص:۵۱-۵۲۔

باوجود اصحاب کا ذکر ممکن ہے یہ ظاہر کرنے کے لیے ہو کہ میرا طریقہ بھی وہی ہے جو میرے صحابہ کا ہے جیسا کہ قرآن میں آیا 'جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے در حقیقت میری اطاعت کی'۔۔۔صحابہ کرامؓ کی اتباع کا پابند صرف اہل سنت و جماعت کا گروہ ہے لہذا ناجی فرقہ بھی یہی ہے۔شیعہ،خارجی،اور معتزلہ۔یہ سب نوپید اشدہ گمراہ فرقے ہیں"

دفتر اول کے مکتوب ۵۹ میں سید محمودؒ کو لکھتے ہیں:

"اور اہل بیت رسول ﷺ کا حال حضرت نوحؑ کی کشتی کی مانند ہے جو اس پر سوار ہوا نجات پا گیا اور جو اس سے دور رہا ہلاک ہو گیا۔کچھ اکابر کا قول ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے ارشاد میں صحابہ کرام کو ستارے قرار دیا اور ستاروں سے لوگ راستہ پاتے ہیں اور اہل بیت کو سفینہ نوح سے تشبیہ دی ۔اس طرف اشارہ کرنے کے لیے کہ کشتی پر سوار ہونے والے کے لیے ستاروں کی رعایت ضروری ہے تا کہ ہلاکت سے بچا رہے۔اور ستاروں کا لحاظ کیے بغیر اس کی نجات ناممکن ہے۔(اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا)۔"

امام ربانی علیہ الرحمۃ کا دوسرا بنیادی ہدف علم شریعت کی اہمیت کو اجاگر کرنا

عقائد کی تصحیح اور پختگی کے ساتھ حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ نے علم شریعت کے حصول اور اس کے احکام پر عمل کرنے اور حضور نبی کریم کی سنت مبارکہ کے مطابق زندگی گزارنے پر بہت زور دیا۔یعنی آپؒ نے اعتقادی اصلاح کے ساتھ عمل کی ترغیب اور اس کی لوازمت کی دینی اہمیت کو واضح فرمایا۔آپؒ نے اس اصلاحی مشن کی تکمیل کے لیے علماء،امراء اور اپنے مریدین کو اپنے مکاتیب میں بار بار لکھا۔ان کی وضاحت بیان فرمائی اور ان سب کو شریعت مبارکہ پر عمل کے لیے ترغیب دی۔

احکام شریعت کی پابندی ہی اصل طریقت ہے

آپؒ نے دلائل کے ساتھ یہ واضح کیا کہ طریقت،روحانیت اور حقیقت دراصل شریعت ہی کی فروع ہیں۔ دفتر اول میں شیخ قربان کے نام مکتوب ۱۱۴ میں لکھتے ہیں کہ تمام سعادتوں کا سرمایہ سنت کی متابعت اور تمام فسادوں کی جڑ شریعت کی مخالفت ہے۔گمراہ لوگوں نے بھی بہت ریاضتیں اور سخت مجاہدے کیے ہیں لیکن شریعت کی مخالفت کی وجہ سے سب ضائع ہیں۔اگر ان اعمال پر کچھ اجر بھی ہو تو وہ صرف دنیاوی نفع ہو گا۔شریعت پر عمل

کرنے والوں کی یہ مثال دی کہ قیمتی جواہرات کا کام کرنے والوں کی مانند کام تھوڑا اور مزدوری زیادہ۔ دفتر اول کے مکتوب (٢٦٦) میں اہل سنت کے عقائد بتا کر لکھتے ہیں:

"عقائد کی درستگی کے بعد احکام فقہ کا سیکھنا ضروری ہے۔ فرض و واجب، حلال و حرام، سنت ومندوب اور مشتبہ و مکروہ کا جاننا لازم ہے اور ایسے ہی اس علم کے موافق عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ فقہ کی کتابوں کا مطالعہ ضروری سمجھیں اور اعمال صالحہ کے بجالانے کو بہر حال مد نظر رکھیں"

شیخ کبیر کو دفتر اول مکتوب ۹۱ میں لکھتے ہیں :

"اولاً علمائے اہل سنت و جماعت کی آراء کے مطابق عقائد درست کیے جائیں کیوں کہ نجات پانے والا یہی گروہ ہے پھر اس کے بعد احکام فقہ کے مطابق علم و عمل کو اپنے اوپر لازم کرلینا چاہیے "شیخ محمد یوسف کے نام دفتر اول مکتوب ۵۷ میں اسی حقیقت کو مزید واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"(اپنے) ظاہر کو ظاہر شریعت سے اور اپنے باطن کو باطن شریعت جو اس کی حقیقت ہے، سے آراستہ کریں اور (در اصل) حقیقت اور طریقت دونوں شریعت ہی کی حقیقت ہیں نہ کہ شریعت اور ہے اور طریقت و حقیقت کچھ اور، ان کو علیحدہ علیحدہ کرنا الحاد و زندقہ ہے۔"

احیائے سنت اور رد بدعت پر زور

آپؒ کی ایک اہم اور نمایاں خدمت احیائے سنت ہے۔ آپؒ نے سنتِ رسول ﷺ پر عمل کرنے اور معاشرے میں رائج بدعات کو ختم کرنے کے لیے بڑا زور دیا۔ اس زمانے میں ہر طرف بدعات کا رواج زور پکڑ رہا تھا۔ دین میں خلاف شرع نئی باتوں کو شامل کر لیا گیا تھا۔ مسلمانوں میں ہندوانہ رسومات زندگی کے ہر شعبے میں شامل ہو رہی تھیں۔ آپؒ نے ان کے خلاف بھرپور جہاد فرمایا اور بدعت کی مذمت اور سنت کی مدحت کو مختلف انداز میں اجاگر کر کے لوگوں کو بدعات سے دور رہنے اور سنت رسول ﷺ کو اختیار کرنے کی ترغیب دلائی۔ یہ واضح کیا کہ بدعت رافع سنت ہوتی ہے۔ جب بدعت رواج پاتی ہے تو اس کی جگہ کوئی سنت اٹھ جاتی ہے۔

اپنے مرید فتح خان افغان کو دفتر دوم مکتوب (٨٧) میں سنت سنیہ ﷺ کی اتباع اور ناپسندیدہ بدعت سے پرہیز کرنے کی نصیحت فرمائی کہ جو بھی سنتوں میں سے کسی مردہ سنت کو جو متروک العمل ہو چکی ہو زندہ کرتا ہے

اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔ ملا احمد برکی کو دفتر اول مکتوب (۲۷۵) میں بتایا کہ بدعات کے خاتمہ کے لیے ایسے مقامات میں جہاں کفر کا دور دورہ ہو اور بدعتیں جاری ہوں وہاں علوم شرعیہ کی تعلیم دیں اور فقہی احکام کو پھیلائیں کیوں کہ یہی دونوں اصل مقصود ہیں اور ان پر ہی ایمانی ترقی اور نجات اخروی کا انحصار ہے۔ خواجہ عبد الرحمٰن مفتی کابلی کو دفتر اول مکتوب (۱۸۶) میں لکھتے ہیں کہ آپ پر لازم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی پر کمربستہ رہیں اور صحابہ کرامؓ کی اقتداء پر ہی کفایت کریں کیوں کہ وہ ہدایت کے ستارے ہیں۔ ان میں سے جن کی بھی اقتداء کریں گے ہدایت پائیں گے۔ یاد رہے کہ قیاس اور اجتہاد کوئی بدعت نہیں بلکہ وہ نصوص کے معنوں کو ظاہر اور واضح کرنے کے لیے ہیں۔ اپنے خلیفہ ملا طاہر لاہوری کو دفتر اول مکتوب ۲۵۵ میں لکھتے ہیں:

> "یہ کیسی عظیم نعمت ہے کہ مخلص لوگ ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں سے کسی سنت کے زندہ کرنے میں مشغول رہیں اور منکر اور غیر پسندیدہ بدعتوں میں سے کسی ایک بدعت کے دور کرنے کے لیے کوشاں رہیں۔۔۔۔ سنت کا زندہ کرنا بدعت کو ختم کرنے کا موجب ہے اور اسی طرح اس کے برعکس ہے"

تقلید آئمہ کے بارے میں حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ کا موقف

بعض لوگوں کا ایک طریقہ یہ بھی رہا ہے کہ وہ قرآن اور حدیث پر عمل کے نام سے تقلید آئمہ سے انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ آئمہ فقہاء کے اقوال ان کے ذاتی اور من گھڑت نہیں ہوتے بلکہ وہ قرآن و سنت سے ماخوذ ہوتے ہیں۔ امام ربانیؒ نے اس طرف بھی توجہ فرمائی اور حتیٰ الامکان اس فتنہ کا سد باب کیا، اس بارے میں امان اللہ فقیہ کو دفتر اول مکتوب ۲۳۱ میں لکھتے ہیں:

> "کتاب و سنت کے مطابق اعتقاد رکھنا ضروری ہے، یونہی کتاب و سنت پر اور اس طریقہ پر جو آئمہ مجتہدین نے ان سے مسائل کا استنباط کیا ہے اور ان کے مطابق حلال و حرام، فرض و واجب، سنت و مستحب اور مکروہ و مشتبہ احکام کا علم حاصل کرنا اور ان احکام پر عمل کرنا بھی ضروری ہے اور کسی مقلد کو بالعموم اس بات کی اجازت نہیں کہ مجتہد کی رائے کے خلاف خود ہی احکام اخذ کر کے ان پر عمل کرے۔ وہ عمل میں اپنے مجتہد مذہب کا، جس کا وہ تابع ہے، قول مختار اختیار کرے اور رخصت کی بجائے عزیمت پر عمل کرے اور جہاں تک ہو سکے اقوال مجتہدین کے جمع کرنے میں

پوری کوشش کرے تاکہ متفق قول پر عمل کیا جائے۔"

مکتوبات امام ربانیؒ کے نمایاں اثرات

حضرت امام ربانیؒ نے اپنی تحریک سے معاشرے کے تمام اہم طبقات کو متحرک کیا۔ ان کو ایک واضح سوچ عطا کی اور دعوتِ فکر و عمل دی۔ قرآن مجید، حدیث مبارکہ اور فقہ کی تعلیمات جو محض علم تک محدود ہو رہی تھیں لوگوں کو ان پر عمل کی طرف لائے۔ آپؒ کی کوششوں سے عقائد کی تصحیح ہوئی اور ان میں پختگی آئی۔ معاشرے میں ایک ہمہ گیر انقلاب پیدا ہوا اور بادشاہ سے لے کر عوام تک سب کا رویہ تبدیل ہونے لگا۔ سلطنتِ مغلیہ کے تاجدار تعلیماتِ مجددی کے آگے سپر انداز ہوئے اور بالآخر اورنگ زیب عالمگیرؒ جیسا اسلام پسند خدا ترس اور عادل بادشاہ بر سرِ اقتدار آیا۔ ذیل میں عہد جہانگیری، عہد شاہجہانی اور عہد عالمگیری پر ایک اجمالی نظر ڈالی جا رہی ہے جس سے ان ہونے والی مثبت اور اہم تبدیلیوں کی وضاحت ہوتی ہے۔

اکبر کی وفات کے ساتھ اس کا جاری کردہ دین الٰہی ختم ہوا، مگر اس کی کئی بدعات جاری رہیں۔ جہانگیر (۱۵۶۹ء–۱۶۲۷ء) کی تخت نشینی ان امراء کی کوششوں سے ہوئی جو حضرت امام ربانیؒ کے تربیت یافتہ تھے اور اس کی بنیادی شرائط میں احکام شریعت کی پاسداری اور اس کا اجراء شامل تھا۔ دربار اکبری میں ہندو اثرات کا غلبہ ہو رہا تھا تو جہانگیری عہد میں شیعہ اثرات زیادہ ہونے لگے تھے۔ آپؒ نے اس کے خلاف مسلسل جدوجہد کی اور اہل سنت و جماعت کے عقائد کو واضح کیا۔ ان کی ضرورت اور اہمیت بتائی۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ بتدریج ان خلاف اسلام باتوں اور بدعات میں کمی آتی گئی۔ ناواقفیت کی بنا پر جہانگیر نے آپؒ کو قید بھی کروایا۔ لیکن اس قید کے بعد جب امام ربانیؒ جہانگیر کے لشکر میں رہے اور بادشاہ سے مسلسل ملاقات رہی پھر اسکا واضح اثر نظر بھی آتا ہے۔ عہد جہانگیری میں جہانگیر کی ایک اہم کامیابی قلعہ کانگڑہ[1] کی فتح ہے۔ اس قلعہ کی فتح پر جہانگیر نے اپنی توزک میں جس طرح ذکر کیا ہے اس میں یہ اثرات واضح نظر آتے ہیں۔ وہ اٹھارہویں سال کے واقعات میں لکھتا ہے:

> "ماہ مذکور کی چوبیس تاریخ کو قلعہ کانگڑہ کی سیر کے ارادہ سے نکلا، میں نے حکم دیا کہ قاضی اور میر عدل اور دیگر علماء ساتھ ہوں اور جو اسلامی شعائر اور دین محمدی ﷺ کی شرائط ہیں وہ اس قلعہ

[1] ۔ سرہندی، احمد (شیخ)، مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، حصہ ششم، ۱۳۳۱ھ، ص: ۷۵–۷۷

میں عمل میں لائیں مختصراً ایک کوس کی مسافت کے بعد قلعہ کی بلندی پر پہنچا، توفیق الٰہی سے اپنی موجودگی میں اذان دلوائی، خطبہ پڑھا گیا اور اپنے سامنے گائے ذبح کروائی کہ جس پر اس قلعہ کی تعمیر سے لے کر آج تک کبھی عمل نہ ہوا تھا۔ اس انعام الٰہی پر کہ کسی بادشاہ کو کبھی اس کی توفیق نہیں ہوئی تھی، شکر کے سجدے ادا کیے۔ میں نے حکم دیا کہ ایک عالی شان مسجد قلعہ میں تعمیر کی جائے۔"[1]

شاہجہان(۱۵۹۲ء-۱۶۶۶ء) کے متعلق مؤرخین متفق ہیں کہ وہ ایک نیک دل اور شریعت کا احترام کرنے والا بادشاہ تھا۔ وہ ہمیشہ آپؒ کا احترام کرتا رہا اور پر خلوص رہا۔ اس نے تخت نشینی کے بعد شریعت محمدی کے پاس ادب میں پہلے دربار میں حاضری پر سجدہ ختم کیا اور اس کی جگہ زمین بوسی اور پھر "تسلیم چہارم" مقرر کی۔ سن الٰہی کو ختم کیا، ۱۶۳۴ء میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان مناکحت (جو کہ پنجاب و کشمیر میں عام تھی) کو ممنوع قرار دیا۔ اسلامی تعلیمات اور احکام شریعت پر عمل درآمد کے لیے سرکاری طور پر قاضی اور معلم مقرر کیے[2] اورنگ زیب عالمگیرؒ(۱۶۱۸ء-۱۷۰۷ء) کا عہد صحیح طور پر اسلامی حکومت کا آئینہ دار تھا۔ بلاشبہ اس میں حضرت امام ربانیؒ کی کوششوں اور محنت کا عمل دخل تھا۔ عالمگیرؒ کو شروع سے ہی حضرت امام ربانیؒ کے خاندان سے عقیدت تھی۔ اورنگ زیب عالمگیرؒ ایک متشرع، پابند شریعت اور متقی مسلمان تھے۔ وہ برصغیر میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور سربلندی کو دنیا کا سب سے اہم فریضہ خیال کرتے تھے اور انھوں نے تمام امور سلطانی میں ہمیشہ حضور اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین کی مثالوں کو پیش نظر رکھا اور خزانہ شاہی کو ایک امانت خیال کیا۔ انھوں نے اپنے عہد میں بہت سی اسلامی اصلاحات نافذ کیں مثلاً: قمری کیلنڈر کو رواج دیا۔ کلمہ طیبہ کو سکوں پر کندہ کروانا ختم کروایا۔ ۸۰ کے قریب ناجائز ٹیکس ختم کرکے زکوۃ کی وصولی لازم قرار دی اور ہندوؤں پر جزیہ عائد کیا۔ جشن نوروز کی بدعت کو ختم کر دیا۔ مسنون طریقہ سلام نافذ کیا۔ مسلمانوں کے اخلاق و اطوار کی اصلاح کے لیے محکمہ احتساب قائم کیا۔ تلک لگانا اور بادشاہ کا جھروکہ درشن کروانا ختم کیا۔ جشن ولادت اور تخت نشینی یا یادگار دن سادگی سے منانے

[1] ۔کانگڑہ تبت کے مغرب اور جموں کشمیر کے جنوب میں ایک پہاڑ کی چوٹی پر قدیم قلعہ ہے۔ اسے نگر کوٹ بھی کہا گیا ہے۔ ۱۰۱۰ء میں سلطان محمود غزنویؒ نے اسے فتح کیا تھا۔ ۱۶۲۰ء میں بادشاہ جہانگیر نے پھر فتح کیا۔ اب ہماچل پردیش کا شہر ہے۔

[2] ۔نورالدین، جہانگیر، تورک جہانگیری، مرتب: مرزا محمد ہادی، مطبع منشی نول کشور، لکھنؤ، جشن شانزدھمین، ص:۳۴۶-۳۴۷۔

کا حکم دیا۔ بادشاہ کو سونے چاندی میں تلوانے کی رسم ختم کی۔ درباری لباس میں اصلاح کی، جملہ شاہی تکلفات ختم کیے۔ ستی کی رسم بند کروائی۔ غلاموں کی خرید و فروخت کو ممنوع قرار دیا۔ دربار میں محافل موسیقی ختم کر دی اور گائیکوں، رقاصوں اور بھانڈوں کو مناسب پینشن دے کر رخصت کر دیا۔ بھنگ کی کاشت اور دیگر نشہ آور اشیا کو ممنوع قرار دی۔ اسلامی تعلیمات سکھانے کے لیے مدارس اور مساجد کا بہترین انتظام کیا۔ شرعی مقدمات کے فیصلوں کے لیے کتاب فتاویٰ ہندیہ لکھوائی۔ عدل و انصاف کی ہر ایک تک رسائی یقینی بنائی، حتٰی کہ اپنی ذات کو بھی اس کے لیے پیش کیا کہ اگر کسی کو مجھ سے شکایت ہو تو پیش کرے۔[1]

حرف آخر

آج سائنس و ٹیکنالوجی کے اس دور میں ہم اپنی اصلی دینی تعلیمات سے دور ہو رہے ہیں۔ اس دور میں علم تو پھیل رہا ہے لیکن اس پر عمل کم ہوتا جا رہا ہے۔ اگر کہیں عمل ہے بھی تو صرف رسومات تک محدود ہے۔ جدید ذرائع ابلاغ پر مختلف فرقوں کے عقائد اور گمراہ کن علوم کی بھرمار ہے جو کم علم اور سادہ لوح مسلمانوں کو بھٹکا رہا ہے۔ امام ربانیؒ نے اپنے زمانے کی نازک تر صورت حال میں مسلمانوں تک اسلام کی صحیح تعلیمات پہنچائیں۔ ان کی غلطیوں کے بارے میں آگاہ کیا۔ معاشرے کے مختلف طبقات میں جاری خرابیوں اور کجیوں کی نشاندہی کی اور پھر اس کا حل کیا پیش کیا؟ یہ کہ ہم ہر زمانے اور ہر حال میں تعلیماتِ نبوی ﷺ کے محتاج ہیں۔ آپؒ نے ہر طبقے کو شریعت اور سنت کی طرف راہنمائی فرمائی۔ یہ واضح فرمایا کہ ہر خرابی کی جڑ حضور ﷺ کی تعلیمات اور ان کی سنت سے دوری ہے۔ اسلامی معاشرے کی زبوں حالی اور ذلت اور خرابی کی اصل وجہ یہی ہے کہ ہم نے نبی کریم ﷺ کی عطا کردہ شریعت پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ حضرت امام ربانی کی تعلیمات کو جو انھوں نے اپنے مکاتیب کے ذریعے معاشرے کے تمام طبقات کو دیں، ان تعلیمات کو جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعے عام کیا جائے تا کہ ہماری نئی نسل اپنے آپ کو اور اپنی ذمہ داریوں کو صحیح طور پر جان سکے۔ اسے اہل سنت و جماعت کے صحیح عقائد کے بارے میں

---

[1] ۔ دہلوی، محمد ذکاء اللہ، تاریخ ہندوستان، مطبع شمس المطابع، دہلی، ۱۸۹۷ء، جلد ہفتم۔
دہلوی، محمد ذکاء اللہ، تاریخ ہندوستان، جلد ہشتم، سوانح سال پنجاہ و یک ۱۱۱۸ھ، ص ۴۶۳-۴۹۲۔

واضح علم حاصل ہو۔ وہ شریعت کے احکامات پر ان کی حکمتوں اور ان کی فضیلتوں کو جانتے ہوئے ان پر عمل پیرا ہو۔ تاکہ اعمال صرف رسومات تک ہی محدود نہ رہ جائیں بلکہ ان پر ان کی اصل روح کے مطابق عمل کیا جا کے۔ یعنی یہ ریاست پاکستان جو آزادانہ اسلام کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لیے اتنی قربانیوں کے بعد حاصل کیا گیا اس مقصد کو پورا کیا جاسکے۔